پروفیسر یوسف سلیم چشتی

ترتیب: ادارہ

مستشرقین اور اُن کی تالیفات

[پروفیسر یوسف سلیم چشتی (۱۸۹۵ء - ۱۹۸۴ء) مذہب، تاریخ اور فلسفہ کے صاحب نظر عالم تھے۔ اُن کی متنوع دلچسپیوں میں تبلیغ دین کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ مسیحی مشنری سرگرمیوں پر اُن کی نظر رہتی تھی اور مستشرقین کے کام کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ جس زمانے میں وہ ماہنامہ "حقیقتِ اسلام" (لاہور) کے مدیر تھے، اُس کے ادارتی کالم اِن موضوعات سے خالی نہ تھے اور جب دسمبر ۱۹۵۸ء میں اُنھوں نے "ادارہ اصلاح نفس" (لاہور) کے زیر اہتمام ماہنامہ "ندائے حق" جاری کیا تو مستشرقین کی کاوشوں کا جائزہ اُن کے پیش نظر تھا۔

"ندائے حق" کا خیر مقدم معاصر جرائد نے جوش و جذبہ سے کیا تھا مگر اس کی عمر بیسیوں دوسرے جرائد کی طرح مختصر رہی۔ اِس کی مجلّدات بھی چنداں عام نہیں۔ حسنِ اتفاق سے "ندائے حق" کی پہلی مکمل جلد اور دوسری جلد کے چند متفرّق شمارے ہمیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مستشرقین کی "خدمات" کے حوالے سے پروفیسر چشتی مرحوم کے افکار ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ مدیر]

(۱)

اسلام سے متعلق اور اسلام کے خلاف یورپ اور امریکہ سے ہر سال سینکڑوں کتابیں شائع ہوتی ہیں، لیکن چونکہ وہ انگریزی یا دوسری مغربی زبانوں میں ہوتی ہیں، اس لیے ہمارے علمائے کرام اُن سے یکسر بے خبر رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کتابوں کا جواب نہیں لکھ سکتے جو اسلام کے خلاف شائع کی جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

(الف) مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام پر جو اعتراضات کیے ہیں، وہ بالکل صحیح اور لاجواب ہیں۔ اگر مسلمانوں کے پاس کوئی جواب ہوتا تو وہ ہرگز خاموش نہ رہتے۔

اب ان معترضین کو کون بتائے کہ جو طبقہ تمہاری کتابوں کا جواب باصواب دے سکتا ہے، وہ انگریزی زبان سے نابلد ہے اور جو طبقہ انہیں پڑھتا ہے وہ جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یہی وجہ

ہے کہ وہ اپنے اعتراضات کو نئے نئے طریقوں سے پیش کرتے رہتے ہیں۔

(ب) مسلمانوں کا انگریزی دان طبقہ مستشرقین کی تصانیف کو پڑھتا ہے۔ اور چونکہ اس طبقہ کے اکثر و بیشتر افراد عربی زبان اور دین اسلام دونوں سے بیگانہ ہوتے ہیں، اس لیے وہ ان کتابوں کو پڑھ پڑھ کر رفتہ رفتہ دین اسلام سے نفور ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ کتابیں Slow Poison [بتدریج اثر کرنے والا زہر] ہیں جو آہستہ آہستہ روح کو فنا کر دیتی ہیں۔

(ج) ان مستشرقین کی اکثر تصانیف ہماری "خوش قسمتی" سے بی۔ اے اور ایم۔ اے کے نصاب میں داخل ہیں۔ اس لیے ہماری قوم کے نونہال (جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں) ان کتابوں کو غور سے پڑھتے ہیں اور چونکہ ان کے اساتذہ اس زہر کا تریاق مہیا نہیں کر سکتے۔ اس لیے فرزندان و دختران توحید کے قلوب و اذہان غیر شعوری طور پر مسموم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ زہر اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہتا ہے۔

لبالب شیشۂ تہذیب حاضر ہے مے لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ الّا
(اقبالؔ)

مستشرقین کی تصانیف کو ہم بغرض سہولت تین طبقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے طبقہ میں عربی فارسی کتابوں کے انگریزی ترجمے داخل ہیں۔

دوسرے طبقہ میں وہ کتابیں داخل ہیں جو مستشرقین یا مبلغین نصرانیت، اسلام کی تردید میں لکھتے ہیں۔ گزشتہ صدی تک ان کتابوں کا لہجہ معاندانہ ہوتا تھا، مگر اب بیسویں صدی میں ان لوگوں نے اپنی ٹیکنک یا طرز نگارش میں تبدیلی پیدا کر لی ہے یعنی گولی تو وہی ہے، مگر خوش ذائقہ بنانے کے لیے اس پر شکر کا لیپ کر دیا ہے۔

تیسرے طبقہ میں وہ کتابیں داخل ہیں جو اسلام یا مسلمانوں سے متعلق علمی یا نام نہاد تحقیقی انداز میں لکھی جاتی ہیں۔ ان کتابوں میں بظاہر اسلام کی تردید نہیں کی جاتی مگر "تحقیق" کا نتیجہ اس نہج سے مرتب کیا جاتا ہے کہ پڑھنے والوں کے دل میں اسلامی اصول کی کوئی قدر و قیمت باقی نہ رہے۔ یا کم از کم ان کی حقانیت مشتبہ ہو جاتے۔ مثلاً پروفیسر نکلسن نے اپنی تالیف "عربوں کی ادبی تاریخ" کے چوتھے باب میں جس کا عنوان ہے "پیغمبر اور قرآن"، بظاہر ایک مورخ کا فرض ادا کیا ہے مگر دراصل اپنے زعم باطل میں پیغمبر کی صداقت اور قرآن کی حقانیت دونوں کا ابطال کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ پوری کتاب میں مؤلف نے آنحضرت ﷺ کی تحقیر کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔ اور یہ کتاب پاکستان کی اکثر یونیورسٹیوں میں ایم۔ اے عربی اور ایم۔ اے اسلامیات کے نصاب میں داخل ہے۔

اسی طرح جوزف شاخت نے "اسلامی اصولِ فقہ کے ماخذ" کے عنوان سے جو کتاب لکھی ہے، اس کے پڑھنے سے احادیث، محدثین، فقہاء اور ان کے وضع کردہ اصول سب کی عظمت دل سے محو ہو جاتی ہے، بلکہ حدیث اور فقہ کی کتابیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور یہ کتاب بھی ہماری اکثر یونیورسٹیوں کے ایم - اے اسلامک ہسٹری کے نصاب میں داخل ہے۔

اسی طرح پروفیسر میکڈانلڈ اور پروفیسر ٹرائٹن نے "الٰہیات اسلامیہ کی تدریجی نشو و نما" کے عنوان سے جو کتابیں لکھی ہیں، ان کا مقصد یہی ہے کہ پڑھنے والے اسلام سے بدظن ہو جائیں۔ ان شاء اللہ اس رسالہ ["ندائے حق"] میں دوسرے اور تیسرے طبقہ کی کتابوں پر تفصیلی تبصرہ پیش کرتا رہوں گا، تاکہ علماء کے دلوں میں مدافعت کا جذبہ پیدا ہو سکے اور اس لیے وہ کم از کم انگریزی زبان سے تو واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ میں بڑے ادب مگر پورے یقین کے ساتھ یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک علماء انگریزی زبان میں مہارت حاصل نہیں کریں گے، وہ اس زہر کا تریاق مہیا نہیں کر سکتے جو ان کتابوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دل و دماغ میں سرایت کر رہا ہے۔

ان کتابوں کے مطالعہ سے ہمارے علماء کو یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ موجودہ زمانے میں غیر مسلم مصنّفین (مستشرقین) اور نصرانی مبلغین اسلام کے خلاف کس قسم کے اعتراضات وارد کر رہے ہیں۔ اور ان کا جواب دینے کے لیے ہمیں کس نہج پر تیاری کرنا لازمی ہے۔

اگرچہ اس رسالہ کے صفحات فی الحال بہت محدود ہیں، تاہم میں کوشش کروں گا کہ ہر ماہ کسی ایک کتاب پر مختصر تبصرہ کروں۔ ان شاء اللہ آئندہ پرچہ میں ڈاکٹر کریگ [۲] (Cragg) کی تصنیف "مینارۂ مسجد کی دعوت" سے علماء کو روشناس کروں گا۔ اس کتاب کے تعارف سے انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ہم کیا کر رہے ہیں؟ اس کے بعد ان کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اس کام کا بیڑا اس لیے اٹھایا ہے کہ مجھے اللہ کے اس وعدے کی صداقت پر کامل یقین ہے۔

یاایھا الذین امنوآ ان تنصروااللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (۴۷: ۷)

اے ایمان والو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور مخالفین کے مقابلہ میں تمہیں ثباتِ قدم عطا کرے گا (جس کا نتیجہ کامیابی ہے) لاریب فیہ

(۲)

[پروفیسر چشتی نے "ہر ماہ کسی ایک کتاب پر مختصر تبصرہ" لکھنے کے جس عزم کا اظہار کیا تھا، "ندائے حق" کے سالِ اوّل میں وہ اِسے عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ البتہ دارالعلوم اسلامی ٹنڈوالہ یار کے جلسے کے

موقع پر جب اصلاحِ نصاب کے لیے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی گئی تو اس کمیٹی کے غور وخوص کے لیے انہوں نے "چند ضروری معروضات"[۳] پیش کیں۔ اِن "معروضات" کے آغاز میں اُنہوں نے ڈاکٹر کینیتھ کریگ کی محولہ بالا کتاب کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے۔]

حضرات علمائے کرام!

چند ماہ ہوئے مجھے ڈاکٹر کینیتھ کریگ کی تصنیف موسومہ بہ "دعوتِ مینارۂ مسجد" (The Call of the Minaret) کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف، ہارٹ فرڈ تھیولاجیکل سیمنری (مدرسہ الٰہیات) امریکہ میں عربی ادب اور اسلامیات کے پروفیسر ہیں۔ اُن کی تصنیف پر تو میں رسالہ کے کسی آئندہ نمبر میں تبصرہ کروں گا۔ فی الحال اپنے ایضاحِ مقصد کے لیے ان کی اس تصنیف سے حسبِ ذیل اقتباسات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

> اسلام کے عروج کے اسباب میں سے ایک سبب یہ تھا کہ خود عیسائیوں نے کلیسا کو ناکام اور غیر مؤثر بنا دیا--- اسلام کی نشوونما ایک ناقص عیسائیت کے ماحول میں ہوئی--- ایک عیسائی کے زاویۂ نگاہ سے یہی واقعہ عروجِ اسلام کا داخلی المیہ ہے۔ یعنی اس نئے دین کی ابتداء اور اشاعت جو اس مذہب کو منسوخ کرنے کے درپے تھا۔ جسے اُس نے کبھی بھی مؤثر طریق پر (کامل طور سے) نہیں جانا تھا۔
>
> یہی وجہ ہے کہ جب مینارۂ مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو اس میں ایک عیسائی کے لیے تلافی مافات کی دعوت پوشیدہ ہوتی ہے۔ یعنی اسلام کو اس مسیح سے روشناس کرنا جس سے وہ ہنوز ناآشنا ہے----
>
> مسلمان مؤرخین نے زمانۂ قبل اسلام کو ایام الجاہلیہ سے تعبیر کیا ہے۔ وہ زمانہ تاریک اور مغموم تھا کیونکہ "آنے والے" سے ناواقف تھا۔ جہاں تک ایک عیسائی کی نگاہ کام کرتی ہے، اسلام کے باطن میں ابھی تک ایک جاہلیت (ناواقفیت) موجود ہے۔ یُسوع کے متعلق ایک جاہلیت---- (ص ۲۴۵-۲۴۶)
>
> اسلام کی حالت یہ ہے کہ وہ مسیح کو نہیں پہچانتا (ص ۲۵۱)
>
> مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی اشد ضرورت کے حق میں یا اس کے جواز میں صرف وہی ایک دلیل کافی ہے جو ہمیں قرآن میں یُسوع ناصری کی تصویر کے پردے میں مل سکتی ہے۔ اگر کوئی تصویر نا تمام ہو تو اُسے مکمل کیا جا سکتا ہے لیکن اگر کوئی تصویر خود ہی اپنی تکمیل کے راستے بند کر دے تو؟ اگر ہمیں مسیح سے محبت ہے تو ہمیں تلافی مافات

لازمی طور سے کرنی پڑے گی۔

ذرا قرآنی یُسوع کی تصویر کو عہد جدید کی تصویر سے ملا کر تو دیکھو! یہ مسیحی پیغمبر جس رنگ میں اسلام اسے جانتا ہے، کس قدر لاغر اور ناتواں ہے!--- قرآن نے ان لفظوں کا ذکر ہی نہیں کیا جو صلیب پر اس کے منہ سے نکلے تھے! قرآن میں نہ اس کے دوبارہ جی اٹھنے کا ذکر ہے نہ گیتھ سیمنی کا---

کیا ہم عیسائیوں کا یہ فرض نہیں کہ ہم قرآن کے مردہ یُسوع کو غلط فہمی کے دام سے رہائی عطا کریں اور اس کو اس کے اقوال و افعال کی صحیح شان کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے پیش کریں؟ یہ ہے تلافی مافات سے میرا مطلب (ص ۲۶۲)

تثلیث اور یُسوع سے متعلق جو غلط تصوّرات قرآن میں پائے جاتے ہیں، ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس بات کا موقع ہی نہ مل سکا کہ وہ عہد جدید کی مستند مسیحیت کا علم حاصل کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مسیحی کتاب کی کامل شہادت انہیں کبھی میسر نہ آسکی۔ (ص ۲۶۳)

قرآن کے مضامین سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسیحیت سے متعلق آنحضرت ﷺ کا علم اپنی اصل کے اعتبار سے تمام ترشنیدہ تھا۔ (ص ۲۶۳)

مجھے اس وقت اس بات سے بحث نہیں ہے کہ مصنف مذکورہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ ایک غیر مسلم سے اس کے علاوہ اور توقع بھی کیا ہو سکتی ہے؟

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت میں نے یہ عبارتیں پڑھیں تو میں سراپا دریائے حیرت میں ڈوب گیا کہ یہ بات (کہ اسلام اور اہل اسلام دونوں یُسوع مسیح سے ناآشنا ہیں، اس لیے ان کو اس ہستی سے آشنا کرنے کے لیے ہمیں کماحقہ جدوجہد کرنی چاہیے۔) وہ شخص کہہ رہا ہے جس کی قوم نے تمام دنیائے اسلام میں (باستثنائے افغانستان و عرب[۲]) مسلمانوں کو یُسوع مسیح سے روشناس کرنے کے لیے اپنے تبلیغی مرکز قائم کر رکھے ہیں اور ان پر بلامبالغہ کروڑوں روپیہ ہر سال خرچ کیا جا رہا ہے۔

حواشی

۱۔ متعلق اسلام کتب کی مثال "سیرت ابن ہشام" یا "شرح عقائد نسفی" کا انگریزی ترجمہ اور مخالف اسلام کتب کی مثال "اسلام میں جدید رجحانات" مؤلفہ گِب یا "ہندوستان میں جدید اسلام" مؤلفہ سمتھ یا "دینِ اسلام" مؤلفہ گیوم وغیرہ (چشتی)

۲- ڈاکٹر کینیتھ کریگ اینگلیکن مشنری ہیں۔ اُنہوں نے لبنان، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور فلسطین میں تدریسی و تبشیری خدمات انجام دی ہیں۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۳ء تک بیت المقدس کے "معاون بشپ" رہے۔ آخر میں آکسفورڈ میں معاون بشپ کی حیثیت سے سبک دوش ہوئے۔

ڈاکٹر کریگ "دی مسلم ورلڈ" (ہارٹ فورڈ) کے سابق مدیر اور متعدد کتب کے مصنف کی حیثیت سے علمی و اسلامی حلقوں میں معروف ہیں۔ اُنہوں نے اسلام اور مسیحیت کے ثقافتی، تاریخی اور دینیاتی روابط کے حوالے سے جو کام کیا ہے اس نے مشنریوں کی موجودہ نسل کی ذہنی تربیت میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ The Call of the Minaret نیو یارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس [اوّلین طباعت: ۱۹۵۶ء] اُن کی کتابوں میں بالخصوص اہم ہے۔

ڈاکٹر کریگ دسمبر ۱۹۵۸ء میں تبشیری دورے پر لاہور آئے تھے اور اُنہوں نے وائی - ایم - سی - اے ہال میں اسلام اور مسیحیت کے حوالے سے چار لیکچر دیے تھے۔ ان لیکچروں کے سامعین میں دوسرے حضرات کے ساتھ پروفیسر یوسف سلیم چشتی بھی شامل تھے۔ چشتی صاحب کے الفاظ میں "جب وہ لیکچر دے رہے تھے تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ دن کب آئے گا؟ جب ہمارے علماء انگلستان اور امریکہ جا کر اسلام کی تبلیغ کریں گے اور ڈاکٹر صاحب کی کتاب کا جواب لکھ کر انہیں اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کریں گے۔"

شاید The Call of the Minaret کی شہرت اور پھر ڈاکٹر کریگ کی پاکستان میں آمد نے پروفیسر چشتی کو آمادہ کیا کہ وہ اس کتاب پر تبصرہ کرتے۔

۳- دیکھیے "ندائے حق" (لاہور)، جولائی - اگست ۱۹۵۹ء، ص ۲ - ۱۸

۴- اب یہ ممالک بھی مختلف شکلوں میں مسیحی تبشیری سرگرمیوں کے مرکز ہیں۔